نوٹس: شرح عقود رسم المفتی سوالاً جواباً

مؤلف: احمد نواز قادری عطاری

مزید نوٹس کے لیے رابطہ کریں:

← 0302-4154930 یا گوگل پر اُردو میں سرچ کریں:

احمد نواز قادری عطاری کے نوٹس



کلماتِ آغاز

الحمد للہ "**الفرید آن لائن اکیڈمی**" بہت ساری درسی کتب کے سوالاً جواباً نوٹس بنا چکی ہے، بالخصوص تخصص یعنی مفتی کورس میں پڑھائی جانے والی کتب کے آسان فہم نوٹس اور تراجم۔ ہمارا یہ سلسلہ آگے جاری ہے، ان شاء اللہ ہم مکمل درس نظامی کتب کے نوٹس شائع کریں گے تاکہ طلبا و طالبات کے لیے امتحان دینا آسان ہو جائے۔

ہمارے بنائے ہوئے نوٹس کی خصوصیات:

← بورڈ کے سالانہ امتحان کے مطابق۔

← سوالاً جواباً، آسان فہم۔

← طوالت سے پاک۔

← تھوڑے ٹائم میں مکمل تیاری۔

← باقاعدہ کسی جامعہ میں نہ پڑھنے والے طلبا کے لیے بہت مفید۔

← پوری کتاب کا چند صفحات میں مکمل خلاصہ۔

← اہم اور ضروری ابحاث کا ذکر۔

نوٹ: ذہین اور باقاعدہ مدارس میں پڑھنے والے طلبا صرف ان نوٹس پر اقتصار نہ کریں بلکہ سو فیصد کامیابی اور ایک کامیاب مدرس بننے کے لیے کتاب کی طرف ضرور مراجعت کریں۔

العبد الفقیر احمد نواز قادری عطاری

شرح عقود رسم المفتی کے نوٹس

سوال: شرح عقود کے مصنف کا مختصر تعارف بیان کریں؟

جواب: درج ذیل ہے:

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب اور ولادت:

آپ کی ولات 1198ھ مطابق 1784ء میں ملکِ شام کے دار الخلافہ دمشق میں ہوئی۔ آپ کا نام سید محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ہے۔ آپ کا نسب انتیس (29) واسطوں سے نواسۂ رسول حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ آپ کا خاندان فضل و شرف میں مشہور تھا۔

آپ کا حلیہ مبارک:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قد دراز، انگلیاں و اعضاء چوڑے تھے، رنگ سفید اور بال سیاہ تھے، سفید بال بہت کم تھے کہ اگر کوئی گننا چاہے تو با آسانی گن سکتا تھا۔

ابنِ عابدین سے شہرت:

آپ "ابنِ عابدین" کے نام سے مشہور ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے جدِ اعلیٰ محمد صلاح الدین کثرتِ عبادت و ریاضت اور زہد و تقوی کی وجہ سے "عابدین" کے لقب سے معروف تھے اور آپ ہی اس خاندان کی شہرت کی اساس اور بنیاد ہیں چنانچہ اسی نسبت سے علامہ شامی "ابنِ عابدین" کہلاتے ہیں۔

تعلیم وتربیت:

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سید عمر عابدین رحمۃ اللہ علیہ کے سائے میں تربیت پائی۔ آپ نے بہت چھوٹی سی عمر میں قرآنِ پاک حفظ کر لیا تھا۔ پھر حفظِ قرآن کے بعد اپنے والد کی دکان پر بیٹھ گئے۔

علمِ دین کی طرف میلان کا سبب:

ایک دفعہ آپ دکان پر بیٹھے قرآنِ پاک کی تلاوت کر رہے تھے اتنے میں ایک بزرگ پاس سے گزرے۔ انہوں نے آپ کی قرأت کو ناپسند کیا اور کہا: ایک تو تم قران صحیح نہیں پڑھ رہے اور پھر بھرے بازار میں پڑھ رہے ہو جس کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی گناہ گار ہو رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے درست قران پڑھنے کا ارادہ کیا اور حضرت سعید حموی شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے فنِ قرأت و تجوید سیکھی یہاں تک کہ اس فن میں ماہر ہو گئے۔ پھر مزید شوق بڑھا تو نحو، صرف اور فقہ شافعی پڑھی۔

فقہِ حنفی کی طرف توجہ:

آپ کے ابتدائی شیخ سعید حموی رحمۃ اللہ علیہ شافعی تھے اسی لیے ابتداءً آپ کا میلان بھی فقہ شافعی کی طرف ہی تھا، پھر جب شیخ محمد شاکر بن علی العقاد حنفی رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ حنفی کے اصول اور ان کے جزئیات پڑھے اور آپ نے فقہ حنفی کو اختیار کیا۔

سلسلہ قادریہ سے نسبت:

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاذِ محترم شیخ شاکر العقاد رحمۃ اللہ علیہ سے نہ صرف علمِ دین کے موتی سمیٹے اور ان کی تربیت میں رہ کر وقت کے امام بنے بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان سے سلسلہ قادریہ میں مرید بھی ہوئے اور ان سے خلافت بھی حاصل کی۔

آپ کے شیوخ واساتذہ:

آپ نے علمِ تجوید شیخ سعید الحموی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔

علمِ تفسیر، حدیث، فقہ واصولِ فقہ اور دیگر علوم شیخ محمد شاکر السالمی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کئے۔

آپ نے شیخ امیر المصری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد الکزبری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی علوم واجازت حاصل کیں۔
آپ نے شامی، مصری، حجازی، عراقی اور رومی مشائخ سے بھی علوم حاصل کئے۔

مشہور تلامذہ:

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ سے کثیر علماء نے فیض حاصل کیا جن میں سے مشہور یہ ہیں :

(1) شیخ عبد الغنی میدانی

(2) شیخ حسن البیطار

(3) احمد آفندی

(4) سید محمد آفندی۔

آپ کے شب وروز کی تقسیم:

آپ نے تدریس وافتاء اور تصنیف و تالیف کے لیے اوقات تقسیم کر رکھے تھے، عموماًرات کے وقت تصنیف و تالیف کرتے اور دن تدریس، فتاویٰ اور مطالعہ کے لیے وقف تھے ۔ آپ انتہائی پرہیز گار اور متقی تھے،بہت کم سوتے، رمضان میں ہر رات ختم قرآن کرتے تھے۔اللہ پاک نے آپ کو قبولِ عامہ عطا کیا تھا جس کی وجہ سے لوگ آپ کی بات مان لیتے تھے اور جس کو جو لکھ کر دیتے وہ یقینا اس کے لیے باعثِ نفع ثابت ہوتا۔

علمی و تحقیقی خدمات:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی دینِ متین کی خدمت و اشاعت کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کے میدان میں کارہائے نمایاں سر انجام دیئے اور قابلِ فخر کتب، حواشی اور شروحات تصنیف فرمائیں۔ آپ نے فقہ حنفی سے متعلق تیس کتابیں تالیف فرمائیں ان میں سے چند کے نام یہ ہیں :

(1)حاشیہ رَدُّالمُحتَار علی الدرِالمُختَار

(2)حاشِیہ مِنحَۃالخَالِق علی البَحرِ الرَّائِق

(3)عُقُود رَسمِ المُفتِی

(4)نَظمُ الکَنز

(5)رَفعُ التَّرَدُّد فی عَقدِالاَصَابِعِ عند التَّشَہُّد مع ذَیلِہَا۔

اصولِ فقہ پر چار کتابیں تحریر کیں:

(1)نَشرُ العُرف فی بَناءِ بَعضِ الاَحکامِ عَلی العُرف

(2)نَسماتُ الاَسحَار عَلی شَرحِ المَنار

(3)حاشیہ کُبری عَلی شَرحِ اِفَاضَۃِ الاَنوَار

(4)حاشِیہ عَلی شَرحِ التَقرِیرِ وَالتَعبِیر۔

علمِ تفسیر پر حاشِیہ عَلی تَفسِیرِ البَیضَاوِی لکھا۔

علمِ کلام وعقائد پر تین کتابیں لکھیں :

(1)رَفعُ الاِشتِبَاہ عَن عِبَارَۃِ الاَشبَاہ

(2)تَنبِیہُ الوُلَاۃِ وَالحُکّامِ عَلی اَحکامِ شَاتِمِ خَیرِ الاَنَامِ اَو اَحدِ اَصحَابِہِ

(3)اَلعِلمُ الظّاہِر فِی نَفعِ النَّسَبِ الطّاہِر۔

تصوف میں دو کتابیں لکھیں :

(1)اِجَابَۃُ الغَوثِ فِی بَیانِ حَالِ النُّقَبَاء

(2)سل الحسام الہندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندی

علومِ عربیہ پر سات کتابیں لکھیں جن میں سے چند کے نام یہ ہیں :

(1)الفوائدُ العجیبۃ فی اعراب الکلمات الغربیۃ، یہ علمِ نحو پر مشتمل ہے۔

(2)شرحُ الکافی فی العُروض والقَوافی، یہ علمِ عروض پر مشتمل ہے۔

(3)مقامات فی مدح الشیخ شاکر العَقاد، یہ ادب پر مشتمل ہے۔

(4)حاشیہ علی المُطول، یہ علمِ بلاغت پر مشتمل ہے۔ سیرت پر قِصۃ المولد النبوی لکھی۔ تاریخ سے متعلق ذیل سلک الدرر تحریر فرمائی اور علمِ حساب وہیئت پر مناہل السرور لمبتغی الحساب بالکسور لکھی۔

وصالِ پُر ملال:

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال بروز بدھ 21 ربیع الاول 1252ھ میں ہوا۔ وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک 54 سال تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو شہرِ دمشق کے قبرستان باب صغیر میں دفنایا گیا۔ آپ اپنے وقتِ وصال سے آگاہ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے وصال سے بیس دن پہلے شیخ علاؤالدین حصکفی صاحب در مختار اور محدثِ کبیر شیخ صالح الجینینی رحمۃ اللہ علیہما کی مزاروں کے قرب میں اپنے لیے ایک قبر بنوائی تھی، پھر آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو وہیں دفن کیا گیا۔

سوال: کیا مرجوح قول پر فتوی دینا جائز ہے؟

جواب: مرجوح قول پر فتوی دینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ خواہش کی پیروی ہے اور خواہش کی پیروی کرنا حرام ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔

- جیسا کہ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوی کبری میں زوائد الروضہ کے حوالے سے نقل کیا کہ مفتی اور عامل کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ فتوی دے یا دو قولوں یا دو وجھوں میں سے جس پر چاہے عمل کرے بغیر غور و فکر کے۔

- اسی طرح امام ابن صلاح اور مالکیہ میں سے ابو الولید باجی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔
- علامہ قرافی کہتے ہیں کہ مجتہد اور مقلد کے لیے حلال نہیں فیصلہ کرنا اور فتوی دینا راجح قول کے علاوہ کیونکہ یہ خواہش کی پیروی ہے اور یہ بالاجمع حرام ہے۔
- علامہ قاسم بن قطلوبغا نے تصحیح القدوری میں فرمایا: کہ میں نے دیکھا ہمارے مذہب کے بعض آئمہ کو کہ وہ اپنے من پسند قول پر عمل کرتے ہیں حتیٰ کہ میں نے بعض قاضیوں کے یہ بھی لفظ سنے کہ اس میں کون سی ممانعت ہے تو میں نے کہا جی ہاں یہ خواہش کی پیروی ہے جو کہ حرام ہے اور مرجوح قول راجح کے مقابلے میں عدم کے بمنزلہ ہیں اور ترجیح بغیر مرجح کے متقابلات میں ممنوع ہے۔
- اسی طرح امام ابو عمرو نے آداب المفتی میں فرمایا: جان لو جو بندہ اس بات پر اکتفا کرتا ہے کہ اس کا فتوی یا اس کا عمل کسی بھی قول یا مسئلے کے موافق ہو جائے اور وہ اقوال میں سے جس پر چاہے عمل کرے ترجیح میں غور و فکر کیے بغیر تو وہ بندہ جاہل ہے اور اجماع کو چھوڑنے والا ہے۔
- علامہ ابو الولید باجی رحمت اللہ علیہ نے اس حوالے سے اپنا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ مجھے ایک مسئلہ درپیش آیا تو شہر کے علماء نے ایسا فتوی دیا جو مجھے پسند نہیں تھا تو جب میں نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں تھا کہ یہ مسئلہ آپ کو پیش آیا ہے اور انہوں نے دوبارہ اس روایت پر فتویٰ دیا جو میں چاہتا تھا علامہ باجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ایسی بات ہے کہ مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ یہ خلاف اجماع ہے اور ایسا کرنا جائز نہیں۔

سوال: مفتی مقلد کے لیے کیا ضروری ہے؟

جواب: ابن کمال پاشاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بعض رسائل میں کہا کہ مفتی مقلد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کی حالت کو جانے جس کے قول پر فتوی دے رہا ہے اور اس سے ہماری یہ مراد نہیں کہ اس کا نام نسب اور اس کا شہر جانے کیونکہ اس کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ روایت میں اس کی معرفت اور درجے میں اس کی پہچان جانے اور طبقات فقہاء میں اس کا طبقہ جانے تاکہ یہ دو متعارض اقوال میں بصیرت پر ہو جائے اور متعارض قولوں کو ترجیح دے سکے۔

سوال: فقہاءِ احناف کے کتنے طبقے ہیں؟

جواب: فقہاء کے سات (7) طبقات ہیں:

- مجتہدین فی الشرع کا طبقہ: جیسا کہ آئمہ اربعہ یعنی امام اعظم، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور اسی طرح جو ان کے طریقوں پہ چلے احکام نکالنے میں۔
- مجتہدین فی المذہب کا طبقہ: جیسا کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام اعظم کے وہ سارے اصحاب جو احکام کی تخریج پر قادر تھے ان قواعد کے مطابق جو امام صاحب نے مقرر کیے۔
- مجتہدین فی المسائل کا طبقہ: یہ وہ افراد ہیں جنہوں نے ان مسائل میں اجتہاد کیا کہ جن مسائل میں صاحب مذہب سے کوئی نص نہیں ہے جیسا کہ امام سرخسی، امام ابو جعفر طحاوی، ابو الحسن کرخی، امام شمس الائمہ حلوانی، امام فخر الاسلام بزدوی وغیرہ۔
- اصحاب تخریج کا طبقہ: جیسا کہ امام رازی اور آپ کی مثل کیونکہ یہ اجتہاد پر بالکل قادر نہیں تھے لیکن اصول اور ماخذ کو جاننے کی وجہ سے مجمل اور دو وجہ رکھنے والے قول کی تفصیل پر قادر تھے۔
- پانچواں طبقہ اصحاب ترجیح: مقلدین میں سے جیسا کہ امام قدوری، صاحب ہدایہ وغیرہ۔

- مقلدین میں سے جو ضعیف اور مضبوط قول کے درمیان فرق پر قادر تھے، ظاہر الروایہ نادر الروایہ وغیرہ پر قادر تھے جیسا کہ صاحب کنز، صاحب مختار، صاحب وقایہ، صاحب مجمع وغیرہ۔
- وہ جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہیں۔

سوال: ضعیف کتب فقہ حنفی میں کون کون سی ہیں؟

جواب: درج ذیل ہیں:

← شرح النقایہ۔

← در مختار۔

← الاشباہ والنظائر۔

← ملا مسکین۔

← قہستانی۔

← قنیہ۔

← وغیرہ۔

سوال: کون سے ایسے مسائل ہیں جن کو نقل کرنے میں فقہاء سے خطا واقع ہوئی ہے؟

جواب: بہت سارے ایسے مسائل ہیں جنہیں نقل کرنے میں خطا واقع ہوئی ہے حتی کہ 20، 20 کتابیں میں وہ قول غلط ہی نقل ہوتا رہا پہلے نے غلط نقل کیا پھر ان سے آگے غلط ہی نقل ہوتا رہا۔ جیسا کہ:

- مایصح تعلیقہ ولایصح کا مسئلہ: جیسا کہ اس پر تنبیہ کی ہے علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے البحر الرائق میں۔
- محض تلاوت قرآن پر اجارہ کا مسئلہ: سب سے پہلے یہ مسئلہ نقل کرنے میں السراج الوہاج اور جوہرہ نیرہ شرح قدوری کے مصنف سے خطا واقع ہوئی انہوں نے کہا: مفتی بہ قول یہ ہے کہ اس پر اجارہ صحیح ہے اور ان پر معاملہ بر عکس ہو گیا کیونکہ مفتٰی بہ مذہب تعلیم قرآن پر اجارہ کے صحیح ہونے کا ہے نہ کہ اس کی تلاوت پر۔ پھر بعد میں آنے والے اکثر مصنفین نے انہی کی اتباع کی اور یہی غلط مسئلہ نقل کیا۔ بلکہ بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ طاعات پر اجارہ درست ہے اور وہ عبارت مطلق رکھتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ متاخرین کا مذہب ہے اور پھر بعض اس پر تفریعات بیان کرتے ہیں کہ حج کے لیے بھی اجارہ صحیح ہے حالانکہ یہ غلط ہے اور ہمارے آئمہ ثلاثہ یعنی امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد کا مذہب نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک طاعات پر اجارہ باطل ہے۔ لیکن بعض والے مجتہدین فقہاء نے جو اہل ترجیح میں سے تھے ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے صرف اتنا کہا کہ تعلیم قرآن پر ضرورت کی وجہ سے اجارہ جائز ہے کیونکہ پہلے زمانے میں حکومت کی طرف سے بیت المال سے علماء کو پیسے دیے جاتے تھے اب وہ ختم ہو گئے ہیں لہذا مجبوری کی وجہ سے تعلیم قرآن پر جواز کا انہوں نے فتوی دیا اور اسی طرح اذان، امامت وغیرہ پر بھی کیونکہ یہ شعائر میں سے ہیں۔ جب کہ تلاوت قرآن یہ کوئی ضروری امر نہیں بلکہ اگر کوئی ساری زندگی بھی قرآن مجید کی تلاوت نہ کرے تو اس میں کیا نقصان ہے بلکہ اس کا اجارہ کرنے میں نقصان ہے کہ ایک تو قرآن محض اجرت کے لیے بنا لیا گیا اور پھر جو پڑھیں گے وہ ثواب کی نیت سے نہیں پڑھیں گے

بلکہ بعض علماء نے کہا ہے جیسا کہ امام قاضی خان کہ ذکر کے مقابلے میں اجرت لینا یہ ثواب کے مستحق ہونے کو منع کرتا ہے لہذا اس پر تو ثواب ہی نہیں۔

- انہی مسائل میں سے ایک مسئلہ گستاخ رسول کی توبہ قبول نہ ہونے کا ہے: اس مسئلہ کی بھی نقل میں خطا واقع ہوئی سب سے پہلے صاحب فتوی بزازیہ سے. انہوں نے کہا: کہ گستاخ رسول کو ہمارے نزدیک قتل کرنا واجب ہے اور اس کی توبہ قبول نہیں اگرچہ وہ مسلمان ہونا چاہیے اور صاحب فتاوی بزازیہ نے اس قول کو منسوب کیا قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب شفا کی طرف اور ابن تیمیہ حنبلی کی طرف۔ پھر بعد میں آنے والوں نے انہی کی اتباع کی اور اپنی کتابوں میں اسی طرح غلط مسئلہ لکھا حتی کہ خاتم المحققین امام ابن ہمام اور صاحب درر نے بھی لکھا حالانکہ جو شفا شریف میں ہے یا ابن تیمیہ حمبلی نے لکھا وہ شوافع اور حنابلہ کا مذہب ہے اور وہیں پر لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک اس کی توبہ قبول ہے اور یہی ہمارے آئمہ مذہب کی کتابوں جیسا کہ کتاب الخراج امام ابو یوسف کی ہے اس میں لکھا ہے، اسی طرح امام طحاوی کی شرح مختصر میں لکھا ہے اور فتاوی نتف میں لکھا ہے۔
- انہی مسائل میں سے جن کی نقل میں خطا واقع ہوئی ایک مسئلہ ہلاکت کے دعوے کے ساتھ رہن کی ضمان کا مسئلہ ہے: سب سے پہلے درر اور شرح مجمع کے مصنف ابن ملک نے لکھا کہ ہلاکت کے دعوے کے ساتھ مرہونہ چیز کی ضمانت دی جائے گی بغیر دلیل کے اور انہی کی اتباع کی بعد میں والوں نے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی قیمت کے ساتھ ضمان دیں گے چاہے وہ قیمت جتنی بھی ہو یہی فتوی دیا علامہ شیخ خیر الدین رملی نے، حالانکہ یہ امام مالک کا مذہب ہے اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ اس کی قیمت اور دین میں سے جو کم قیمت ہو گی وہ ضمان دیں گے کوئی فرق نہیں ہے کہ ہلاکت کا

دعوی ثابت ہو دلیل کے ساتھ یا دلیل کے بغیر جیسا کہ اس کی وضاحت کی ہے علامہ شر منبلالی نے حقائق کے حوالے سے اور میں نے بھی اس مسئلے پر تنبیہ کی ہے اپنے حاشیہ ردالمحتار میں۔

سوال: کیا انسان فقہ کی کتابوں کو خود پڑھ کے، ان کا مطالعہ کر کے فتوی دے سکتا ہے؟

جواب: نہیں۔ انسان اپنے مطالعہ کی بنیاد پر بغیر کسی ماہر استاد سے پڑھے فتوی نہیں دے سکتا جیسا کہ علامہ ابن حجر نے اپنے فتاوی میں فرمایا جب سے ان جب ان سے یہی سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا اس کے لیے فتوی دینا جائز نہیں اور اس کی کئی وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ یہ بیان کی کہ وہ جاہل ہے، نہیں جانتا جو وہ کہہ رہا ہے بلکہ جس نے معتبر مشائخ سے علم حاصل کیا وہ بھی ایک دو کتابوں سے پڑھ کے فتوی نہیں دے سکتا بلکہ امام نووی فرماتے ہیں: دس یا 20 کتابوں سے بھی وہ فتوی نہیں دے سکتا کیونکہ یہ ساری کی ساری ضعیف قول کو کبھی کبھی نقل کرنے پر متفق ہو جاتی ہیں ہاں جو ماہر ہو، فقہاء کے قواعد اور اصول کو جانتا ہو تو وہ فتوی دے سکتا ہے ساتھ کسی ماہر استاد سے بھی پڑھا ہو کیونکہ اس کو ملکہ حاصل ہو جاتا ہے۔

سوال: کیا ظاہر الروایہ پر فتوی دینا ضروری ہے یا کسی اور روایت پر بھی فتوی دیا جا سکتا ہے؟

جواب: ظاہر الروایہ پر فتویٰ دینا ضروری ہے اور یہ امام محمد کی چھ کتابیں ہیں:

- سیر صغیر۔
- سیر کبیر۔
- جامع صغیر۔
- جامع کبیر۔

- مبسوط۔
- زیادات۔

ہاں اگر فقہاء تصریح کر دیں کہ فتوی فلاں روایت پر ہے تو پھر اسی کی پیروی کرے گا جیسا کہ علامہ طرسوسی نے انفع الوسائل میں کہا کہ قاضی مقلد کے لیے جائز نہیں کہ وہ فیصلہ کرے مگر ظاہر الروایہ پر مگر یہ کہ فقہاء نص کر دیں کہ فتوی شاذ روایت پر ہے۔

سوال: فقہائے احناف کے مسائل کتنے طبقات پر مشتمل ہیں؟

جواب: فقہائے احناف کے مسائل تین طبقات پر مشتمل ہیں:

◈ مسائل الاصول: ان کو ظاہر الروایہ بھی کہا جاتا ہے اور یہ وہ مسائل ہیں جو اصحاب مذہب سے مروی ہیں۔ جیسے امام اعظم ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ان کو آئمہ ثلاثہ بھی کہا جاتا ہے اور یہ وہ مسائل ہیں جو امام محمد کی چھ کتابوں میں مروی ہیں۔ ان کو ظاہر الروایہ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ امام محمد سے ثقہ راویوں کے ذریعے تواتر یا شہرت کے طریقے پر مروی ہیں۔

◈ مسائل النوادر: یہ وہ مسائل ہیں جو اصحاب مذہب سے مروی ہوں لیکن ظاہر الروایہ میں نہیں بلکہ ان کی کسی اور کتاب میں جیسا کہ امام محمد کی کیسانیات، ہارونیات، جرجانیات، رقیات وغیرہ۔

◈ فتاویٰ اور واقعات: یہ وہ مسائل ہیں جن کو بعد میں آنے والے متاخرین نے تخریج کیا جب ان سے سوال کیا گیا اور انہوں نے متقدمین سے وہ مسئلہ نہ پایا جیسا کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے شاگرد اور یہ بہت زیادہ ہیں جیسا کہ عصام بن یوسف، ابن رستم، محمد بن سماعہ، ابو سلیمان جوزجانی، ابو حفص کبیر، محمد بن سلمہ، محمد بن مقاتل، ابو نصر قاسم بن سلام وغیرہ۔

سوال: املاء کسے کہتے ہیں؟

جواب: املا یہ ہے کہ کوئی عالم بیٹھے اپنا حلقہ علم لگا کر اور اس کے تلامذہ اس کے پاس بیٹھیں قلم سیاہی لے کر جو عالم بولے اس کو وہ لکھتے جائیں اور پھر اس سارے کو جمع کر لیں اور ایک کتاب بنالیں تو اس کو املا کہتے ہیں اور اس کی جمع امالی ہے اور یہ سلف کی عادت تھی۔

سوال: سب سے پہلے کونسہ فتویٰ لکھا گیا؟

جواب: درج ذیل ہے:

- سب سے پہلے فتاویٰ اور جدید مسائل میں لکھی گئی کتاب النوازل ہے فقیر ابو لیث سمرقندی رحمت اللہ علیہ کی۔
- پھر اس کے بعد مجموع النوازل ہے۔
- واقعات ناطفی۔
- واقعات صدر شہید۔
- فتاویٰ قاضی خان۔
- خلاصۃ الفتاویٰ
- کتاب المحیط وغیرہ۔

سوال: امام محمد سے مروی مبسوط کے کتنے نسخے ہیں ؟

جواب: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی مبسوط کے بہت سارے نسخے ہیں یعنی بہت سارے لوگوں نے آپ سے اس کتاب کو روایت کیا ان نسخوں میں سے مشہور ابو سلیمان جوزجانی کی مبسوط ہے۔ اسی طرح مبسوط کبیر وغیرہ ہیں۔

سوال: کیا ظاہر الروایہ اور روایۃ الاصول میں فرق ہے؟

جواب: ظاہر الروایہ اور روایت الاصول میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جبکہ علامہ ابن کمال پاشا نے دونوں میں فرق کیا ہے۔ انہوں نے کہا جو ان کی ہدایہ پر شرح ہے عورت کے حج کے مسئلہ میں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر الروایہ مذہب میں شرط ہے کہ عورت اپنے محرم کے نفقے کی مالک ہو یعنی پھر اس پر حج فرض ہو گا اور کہا کہ یہ ذکر کیا گیا ہے محیط اور ذخیرہ میں اور یہ امام حسن بن زیاد کی روایت ہے امام اعظم سے کہ عورت جب اپنے آپ کے اور اپنے محرم کے نفقے کی مالک ہو تو پھر حج اس پر لازم ہو گا اور امام محمد سے اس بارے روایات میں اضطراب ہے پھر کہا کہ یہاں سے پتہ چلا امام سرخسی کی مراد ظاہر الروایہ سے امام حسن بن زیاد کی روایت ہے جو کہ امام اعظم سے ہے لہذا ظاہر الروایہ اور روایت الاصول میں فرق ہے۔ جبکہ مصنف کہتے ہیں یہ بات درست نہیں کہ ہو سکتا ہے یہ روایت ظاہر الروایہ میں بھی موجود ہو یہاں امام محمد سے نقل اس لیے نہیں کیا کیوں کہ روایات میں اضطراب ہے۔

سوال: جامع صغیر کو لکھنے کا سبب کیا ہے؟

جواب: اس کو لکھنے کا سبب یہ ہے کہ امام ابو یوسف رحمت اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ ایک ایسی کتاب لکھیں جس کو امام اعظم سے روایت کریں تو امام محمد رحمت اللہ علیہ نے کتاب لکھی اور امام ابو یوسف پر پیش کی تو آپ کو یہ کتاب بہت پسند آئی۔ اس کتاب میں ایک ہزار پانچ سو 32 مسائل ہیں جیسا کہ

فخر الاسلام بزدوی نے کہا۔ بعض علماء نے کہا کہ امام ابو یوسف یہ کتاب اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے اور علی رازی نے کہا جس نے یہ کتاب سمجھ لی وہ ہمارے اصحاب میں زیادہ سمجھ والا ہے۔

سوال: سیر صغیر اور کبیر میں کیا فرق ہے؟

جواب سیر صغیر اور کبیر میں فرق یہ ہے کہ جس کو صغیر کہا جاتا ہے وہ شیخین کے اتفاق کے ساتھ ہے یعنی اس پر دونوں کا اتفاق ہے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا۔ ہاں جو کبیر ہے اس میں دونوں کا اتفاق نہیں اور وہ امام ابو یوسف کو نہیں دکھائی گئی اسی طرح محقق ابن امیر حاج حلبی نے فرمایا ہے۔

سوال: سیر کبیر کو لکھنے کا سبب کیا ہے؟

جواب: اس کو لکھنے کا سبب امام شمس الائمہ سرخسی نے یہ بیان کیا ہے کہ امام محمد رحمت اللہ علیہ کی سیر صغیر ایک بار علامہ عبد الرحمن اوزاعی رحمت اللہ علیہ کے پاس گئی جو کہ شام کے بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے سوال کیا یہ کس کی کتاب ہے؟ انہیں بتایا گیا یہ امام محمد عراقی کی کتاب ہے۔ انہوں نے آگے سے کہا: اہل عراق کو اس باب میں تصنیف سے کیا تعلق کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیر اور غزوات کا علم یہ شام اور حجاز میں رہا ہے۔

امام محمد رحمت اللہ علیہ کو جب اس بات کا پتہ چلا تو آپ بہت غصے ہوئے اور اپنی ساری مصروفیت چھوڑ کر کتاب لکھی جس کو سیر کبیر کہا جاتا ہے جب امام اوزاعی نے یہ کتاب دیکھی تو کہنے لگے اگر اس میں حدیثیں نہ ہوتی تو میں کہتا یہ بندہ کتاب یعنی علم وضع کرتا ہے اور بے شک اللہ تعالی درستگی کی جہت معین کر دیتا ہے اور

ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔ پھر امام محمد نے یہ کتاب 60 حصوں میں لکھی اور بادشاہ کے پاس لے گئے اس نے اس پر بہت فخر کیا۔

سوال: جب مطلقاً مبسوط بولا جائے تو اس سے کون سی مبسوط مراد ہوتی ہے؟

جواب: جب مطلقا مبسوط بولا جائے تو اس سے امام سرخسی کی مبسوط مراد ہوتی ہے جو کہ کافی کی شرح ہے۔

سوال: کیا دو روایات کا اختلاف دو اقوال کے اختلاف کے باب سے ہے؟

جواب: دو روایات کا اختلاف دو اقوال کے اختلاف کے باب سے نہیں ہے کیونکہ دو اقوال میں مجتہد کی نص ہوتی ہے جبکہ روایات میں مجتہد کی نص نہیں ہوتی لہذا دو اقوال میں اختلاف منقول عنہ کی جہت سے ہوتا ہے نہ کہ ناقل کی طرف سے۔

سوال: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایات کے اختلاف کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اختلاف کی درج ذیل وجوہات ہیں:

- سماع میں غلطی: یعنی سننے میں غلطی لگ جانا کہ آپ نے جواب دیا نفی کے ساتھ جب کوئی سوال کیا گیا جبکہ سننے والے کو یوں لگا کے جواب مثبت دیا گیا ہے۔
- مجتہد کا ایک قول تھا جس سے اس نے رجوع کر لیا کچھ لوگوں کو اس کا علم ہوا اور کچھ کو علم نہ ہوا کہ مجتہد اپنے پہلے قول سے رجوع کر چکا ہے اور جنہیں علم نہ ہوا وہ اسی کو آگے روایت کرتے رہے۔
- ایک جواب مجتہد قیاس کے طریقے پر دیتا ہے اور دوسرا استحسان کے طریقے پر تو ہر ایک نے آگے وہی نقل کیا جو اس نے سنا۔

- جواب دو طریقوں سے دیا گیا ہو۔ ایک فیصلے کی جہت سے اور دوسرا احتیاطی جہت سے (جسے فتویٰ اور تقویٰ بھی کہتے ہیں) تو سننے والے نے جیسے سنا اسی طرح آگے نقل کر دیا۔

سوال: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کے جو اقوال ہیں کیا وہ امام اعظم کے اقوال کہلائیں گے؟

جواب: جی ہاں وہ امام اعظم کے اقوال کہلائیں گے کیونکہ آپ رحمت اللہ علیہ نے خود فرمایا: اگر تمہارے لیے کوئی دلیل ظاہر ہو تو تم اس کے مطابق قول کرو تو بعد میں آپ کا ہر شاگرد آپ کی کسی روایت کو لیتا اسے ترجیح دیتا جیسا کہ در مختار میں ہے اور ولوالجیہ کی کتاب الجنایات میں ہے امام ابو یوسف رحمت اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے کوئی بھی ایسا قول نہیں کیا جس میں امام اعظم کی مخالفت کی ہو مگر یہ کہ وہ پہلے امام صاحب قول تھا جس سے آپ رجوع کر چکے تھے۔اسی طرح امام زفر نے فرمایا: میں نے کبھی بھی امام اعظم کی مخالفت نہیں کی مگر وہ قول جس سے آپ رجوع کر چکے ہوں۔

سوال: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان: "اذا صحّ الحدیثُ فھو مذھبی" اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی حدیث صحیح ہو اور مذہب اس کے مخالف ہو تو وہ حدیث امام صاحب کا مذہب کہلائے گی اور اسی پر عمل کیا جائے گا لیکن مصنف فرماتے ہیں کسی بھی حدیث کو صحیح کہنا اور اسے امام صاحب کا مذہب قرار دینا یہ ہر شخص کا کام نہیں بلکہ اس کا کام ہے جس کو نصوص میں معرفت حاصل ہو اور وہ محکم کو ضعیف سے جانتا ہو، حدیث کی علتوں کو سمجھتا ہو اور اصول حدیث کی تمام انواع کو جانتا ہو۔

سوال: کیا فتویٰ مطلقا امام صاحب کے قول پر دیا جائے گا؟

جواب: جی ہاں فتویٰ مطلقا امام صاحب کے قول پر دیا جائے گا جب تک فقہاء کسی اور مسئلے کو عرف حادث کی وجہ سے یا ضرورت کی وجہ سے یا اسباب ستہ میں سے کسی سبب کی وجہ سے ترجیح نہ دے دیں کیونکہ اس صورت میں غیر کے قول پر بھی فتوی دیا جاسکتا ہے اور یہ امام اعظم کا مذہب کہلائے گا۔

سوال: مذہب حنفی کی روایات میں ترتیب کیا ہے فتوی دینے کے لحاظ سے؟

جواب: درج ذیل ہے:

- فتویٰ دینے کے لحاظ سے سب سے پہلے آئمہ ثلاثہ کی روایات کو مقدم کیا جائے گا۔
- آئمہ ثلاثہ میں سے بھی امام اعظم کی روایات کو مقدم کیا جائے گا۔
- پھر امام ابو یوسف۔
- پھر امام محمد کی روایات۔
- اگر ان تینوں سے کوئی قول مروی نہ ہو تو پھر ان کے بعد آنے والے اصحاب کی روایات کو مقدم کیا جائے گا۔
- اور ان سے بھی کوئی قول مروی نہ ہو تو پھر مجتہد خود اجتہاد کرے گا۔

سوال: مشائخ نے امام اعظم کے علاوہ قول پر فتویٰ کیسے دیا حالانکہ وہ امام امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں؟

جواب: مصنف رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ مشائخ نے امام اعظم کے اقوال کے علاوہ کیسے فتوی دیا حالانکہ وہ امام اعظم کے مقلد تھے تو مصنف فرماتے ہیں مجھے بھی اس کے بارے ایک لمبے عرصے تک جواب نہیں ملا۔ پھر مجھے جواب یہ ملا ان کے کلام سے کہ امام اعظم نے خود فرمایا کہ کسی کے لیے حلال نہیں کہ وہ ہمارے قول پر فتوی دے حتی کہ وہ جان لے کہ ہم نے کس دلیل کی بنیاد پر یہ بات کہی۔ سراجیہ میں کہا کہ یہی سبب ہے امام عصام کی مخالفت کا جو انہوں نے امام اعظم کی۔ لیکن مصنف فرماتے ہیں کہ یہ شرط ان کے زمانہ میں تھی ہمارے زمانہ میں جب مجتہد مفتی نہیں رہا لہذا امام صاحب کے قول پر ہی فتوی دیا جائے گا اگرچہ ہمیں نہ پتہ چلے کہ آپ نے کس دلیل کی بنیاد پر یہ قول کیا۔

سوال: کب مفتی فتویٰ دینے کا اہل ہو سکتا ہے؟

جواب: اہلیت سے مراد یہ ہے کہ وہ اقوال کو جانتا ہو اور قدرت رکھتا ہو بعض کو بعض پر ترجیح دینے کی اور اس کی درستگی اس کی خطا سے زیادہ ہو۔

سوال: اہل ترجیح میں سے کون کون سے علماء ہیں؟

جواب: اہل ترجیح میں سے امام ابن ہمام ہیں جیسا کہ صاحب بحر کا کلام دلالت کرتا ہے کہ امام ابن ہمام اہل ترجیح میں سے ہیں کہ انہوں نے کہا وہ دلیل میں غور و فکر کرنے کے اہل ہیں لہذا ہمارے لیے اتباع ضروری ہے ان مسائل میں جن کی انہوں نے تحقیق کی اور جن کی انہوں نے ترجیح کی۔ اسی طرح علامہ قاسم بن قطلو بغا بھی اہل ترجیح میں سے ہیں جبکہ صاحب بحر اہل ترجیح میں سے نہیں ہیں۔

سوال: ترجیح کے کچھ اصول بیان کر دیں؟

جواب درج ذیل ہے:

- عبادات کے باب میں مطلقا فتویٰ امام اعظم کے قول پر ہو گا جیسا کہ شرح منیہ میں ہے کہ علماء نے فرمایا: عبادات کے باب میں مطلقا امام صاحب کے قول پر فتویٰ ہے اور غور و فکر کرنے سے یہی پتہ چلتا ہے۔
- قضاء اور قضا سے تعلق رکھنے والی چیزوں میں فتویٰ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہے جیسا کہ قنیہ اور بزازیہ میں ہے کہ قضا کے مسائل میں امام ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے۔
- ذوی الارحام کے مسائل میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتوی ہو گا جیسا کہ ملتقیٰ میں ہے کہ وراثت کے تمام مسائل میں امام محمد کے قول پر فتوی ہے اور یہ امام محمد کی امام اعظم سے دو مشہور روایات میں ایک روایت ہوتی ہے۔
- استحسان کو قیاس پر ترجیح حاصل ہے جیسا کہ عام کتابوں میں ہے سوائے چند مسائل کے اور وہ 11 ہیں، بعد میں ان کو 22 تک پہنچا دیا گیا ہے۔
- ظاہر الروایہ کو غیر ظاہر الروایہ پر ترجیح حاصل ہو گی جیسا کہ بحر میں ہے۔
- کسی مسئلہ میں کفر سے پھیرنے والی روایت ہو اور اس کے مخالف کفر کی طرف لے جانے والی روایت ہو تو کفر سے پھیرنے والی روایت کو ترجیح حاصل ہو گی جیسا کہ بحر میں ہے فتاوی صغری کے حوالے سے کہ کفر ایک عظیم چیز ہے تو ہم مومن کو کافر نہیں بنائیں گے جب ہمیں کوئی ایسی روایت ملے جو کافر نہ قرار دے۔

- متون کو شروحات پر مقدم کیا جائے گا اور شروحات کو فتاوی جات پر مقدم کیا جائے گا۔

سوال: معتبر متون کون کون سے ہیں؟

جواب: درج ذیل ہے:

← بدایۃ المبتدی۔

← مختصر القدوری۔

← مختار۔

← وقایہ۔

← کنز الدقائق۔

← ملتقیٰ

سوال: اِفتاء کی علامات کون کون سی ہیں؟

جواب: درج ذیل ہے:

❖ علیہ الفتویٰ۔

❖ بہ یفتیٰ۔

❖ علیہ الاعتماد۔

❖ علیہ عمل الیوم۔

❖ ھو الصحیح۔

- ھو الاصح۔
- ھو المختار۔
- وغیرہ۔ ان میں سے بعض الفاظ بعض سے زیادہ مضبوط ہیں۔ جیسے فتوے کا لفظ صحیح سے زیادہ مضبوط ہے اور بہ یفتیٰ کا لفظ الفتویٰ علیہ سے زیادہ مضبوط ہے اور اصح صحیح سے زیادہ مضبوط ہے۔

سوال: تعارض کے وقت ترجیح کے کیا قواعد ہیں؟

جواب: درج ذیل ہے:

- جب صحیح اور اصح کا تعارض آجائے تو اصح مقدم ہو گا۔
- ایک میں فتوے کا لفظ ہو اور دوسرے میں نہ ہو تو جس میں فتوے کا لفظ ہو وہ مقدم ہو گا۔
- ایک متن کا قول ہو اور دوسرا غیر متون کا قول ہو تو متن کے قول کو مقدم کیا جائے گا۔
- ایک امام اعظم کا قول ہو اور دوسرا کسی اور کا قول ہو تو امام اعظم کے قول کو مقدم کیا جائے گا۔
- ایک ظاہر الروایہ ہو دوسرا ظاہر الروایہ نہ ہو تو ظاہر الروایہ کو مقدم کیا جائے گا۔
- ان دو متعارض اقوال میں سے ایک بڑے مشائخ کا قول ہو اور دوسرا عام فقہاء کا ہو تو بڑے مشائخ کا قول مقدم ہو گا۔
- ایک استحسان کے طریقے پہ ہو اور دوسرا قیاس کے طریقے پہ تو استحسان کو مقدم کیا جائے گا۔

سوال: مفہوم کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: مفہوم کی دو قسمیں ہیں:

← مفہوم موافقت۔

← مفہوم مخالفت۔

مفہوم موافقت:

لفظ کا دلالت کرنا منطوق کے حکم کے ثابت ہونے پر مسکوت کے لیے محض لغت کو سمجھنے کے ساتھ غور و فکر پر موقوف ہوئے بغیر جیسا کہ ﴿لا تقل لھما اف﴾ کی دلالت ضرب کے حرام ہونے پر۔

مفہوم مخالفت:

لفظ کا دلالت کرنا منطوق کی نقیض کے حکم پر مسکوت کے لیے۔

پھر مفہوم مخالفت کی کئی قسمیں ہیں:

- مفہوم صفت۔
- مفہوم شرط۔
- مفہوم غایت۔
- مفہوم عدد۔
- مفہوم قلب۔

سوال: کیا مفہوم مخالف کا ہمارے نزدیک اعتبار ہے؟

جواب: ہمارے نزدیک مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ہے شریعت کے اقوال میں، ہاں لوگوں کے کلام میں، معاملات میں مفہوم مخالف کا اعتبار ہے۔

سوال: عرف کی تعریف کریں؟

جواب: عرف وہ ہے جو نفوس میں قرار پکڑ جائے عقل کی جہت سے اور طبیعت سلیمہ اسے قبول کرے۔ اس کی اصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جسے مسلمان اچھا خیال کریں وہ اللہ تعالی کے ہاں بھی اچھا ہے۔ بہت سارے مسائل میں عرف و عادت کا اعتبار ہوتا ہے اور لفظ کی دلالت کو عرف کی وجہ سے چھوڑ دیا جاتا ہے لیکن عرف اور عادت کا اعتبار تب ہی ہے جب یہ غالب اور اکثر طور پر رائج ہو۔

سوال: کون سے ایسے مسائل ہیں جو عرف کی وجہ سے بدل چکے ہیں؟

جواب: درج ذیل ہے:

- بادشاہ کے علاوہ اکراہ کا مسئلہ: کہ اب بادشاہ کے علاوہ کسی اور سے اکراہ درست نہیں ہے جبکہ پہلے زمانے میں اس کا اعتبار تھا۔
- حد سے بڑھنے والے سے ضمانت لینا: مذہب کے مطابق اس سے ضمان نہیں ہے لیکن اب بطور زجر اس سے ضمان لے جائے گی۔
- اجیر مشترک سے ضمان لینا۔
- قاضی اب مضاربت نہیں کر سکتا یتیم کے مال کے ساتھ۔
- مزارعت ، معاملات اور وقف کا جائز ہونا۔
- آزاد، بالغ، عاقل، عورت اپنا خود نکاح کرے بغیر کفو کے تو یہ جائز نہیں ہے۔
- راستے کے کیچڑ کا معاف ہونا۔
- بیع وفا اور استثناء کا جائز ہونا۔

- وغیرہ۔

سوال: عرف کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: عرف کی دو قسمیں ہیں:

← عرف خاص۔

← عرف عام۔

نوٹ: عرف عام کے ساتھ عام حکم ثابت ہوتا ہے اور اس کے ذریعے قیاس اور اثر کو خاص کیا جا سکتا ہے جبکہ عرف خاص اس کے ساتھ خاص حکم ثابت ہو گا وہ بھی تب جب یہ قیاس اور کسی روایت کے مخالف نہ ہو۔

ہمارے دیگر کتب کے نوٹس اور مختصر تالیفات کے نام

- فتاویٰ شامی کتاب الطلاق کے نوٹس سوالاً جواباً۔
- کتاب البیوع کے نوٹس سوالاً جواباً۔
- کتاب الوقف کے نوٹس سوالاً جواباً۔
- المعتقد المنتقد کے نوٹس سوالاً جواباً۔
- الاشباہ والنظائر کے نوٹس سوالاً جواباً۔
- شرح عقود رسم المفتی کے نوٹس سوالاً جواباً۔
- عقیدۂ طحاویہ کے معروضی سوالات۔
- اجل الاعلام کا خلاصہ اور نقشہ جات۔
- نور الایضاح کے نوٹس سوالاً جواباً۔
- قدوری شریف کے نوٹس سوالاً جواباً۔
- ہدایہ شریف کے نوٹس سوالاً جواباً۔
- اصول الشاشی کے نوٹس سوالاً جواباً۔
- کافیہ کے نوٹس سوالاً جواباً۔
- ہدایۃ النحو کے نوٹس سوالاً جواباً۔
- مرقات کے نوٹس سوالاً جواباً۔
- نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر کے نوٹس سوالاً جواباً
- مناظرہ رشیدیہ کی تعریف۔

- تلخیص المفتاح کے نوٹس سوالاً جواباً۔
- دروس البلاغہ کے نوٹس سوالاً جواباً۔
- المعتقد المنتقد کے معروضی سوالات۔
- علم حدیث اور فقہاء احناف۔
- امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ حیات و خدمات۔
- اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حیات و خدمات۔
- سیرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔
- حجیت حدیث اور منکرین حدیث کارد۔
- ویلنٹائن ڈے ایک تحقیقی مقالہ۔
- محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم اور انسانی حقوق۔
- قواعد النحو۔
- سات روزہ دورۂ نحو۔
- تراجم المصنفین۔
- وغیرہ مختصر و مطول کتب۔

یہ سب کتب اور نوٹس پڑھنے اور فری ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے گوگل پر اُردو میں سرچ کریں: احمد نواز قادری عطاری کے نوٹس۔

احمد نواز قادری عطاری جلالی